خطبہ جمعہ

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا

تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تاآسمان پرتم پر بھی رحم ہو

جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

قرآن مجید ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے صلہ رحمی سے متعلق اہم نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۱۸؍ فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۸؍ تبلیغ ۱۳۷۹ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿ اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ. وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَاللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ. وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّیَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ . اُوْلٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ (سورۃ الرعد آیات ۲۱ تا ۲۳)

ان کا سادہ ترجمہ یہ ہے! (یعنی) وہ لوگ جو اللہ کے (ساتھ کئے ہوئے) عہد کو پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے۔ اور وہ لوگ جو اُسے جوڑتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف کھاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے ربّ کی رضا کی خاطر صبر کیا اور نماز کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے چھپا کر بھی اور علانیہ بھی خرچ کیا اور جو نیکیوں کے ذریعہ برائیوں کو دور کرتے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے گھر کا (بہترین) انجام ہے۔

اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بہت سی احادیث ملتی ہیں جو میں اب آپ کے سامنے پیش کروں گا مگر یاد رکھیں کہ صلہ رحمی کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جو احادیث ہیں وہ مختلف پہلوؤں سے ہیں کچھ فلسفیانہ لحاظ سے یعنی عارفانہ لحاظ سے، رحمٰن کے معنوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ کچھ کہنے والے کے حالات کو چونکہ آپ جانتے تھے اس کے مطابق جواب دیا گیا ہے۔ بہرحال یہ ساری باتیں اپنے اپنے وقت پر حدیثوں کے پڑھنے کے ساتھ ظاہر ہوتی چلی جائیں گی۔

سب سے پہلی حدیث سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مَیں "رحمٰن" ہوں اور یہ "رحم" (رشتہ داری) ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں رحمان ہوں اور رحمٰن کا لفظ رحم سے نکلا ہے۔ مَیں نے اپنے نام "رحمٰن" کے مادہ سے نکال کر اس کو (رِحم کا) نام دیا ہے۔ یعنی ماں کے رِحم کو اور رحمٰن کو ایک ہی مادہ سے مستخرج قرار دیا ہے۔ فرمایا: جو اس کو جوڑے گا مَیں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا مَیں اس کو توڑ دوں گا۔

پھر مسند احمد بن حنبل کی یہ روایت ہے ۔ حضرت عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں قدم رنجہ فرمایا تو لوگ اژدہام کرکے آپؐ کے اردگرد جمع ہوگئے۔ مَیں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو دوڑ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جب مَیں نے آپ کے چہرے کا بغور جائزہ لیا تو مَیں نے جان لیا کہ یہ منہ جھوٹے کا منہ نہیں ہے۔ (شاید یہی وجہ ہے کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کہ روایت میں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ نہیں لکھا ہوا مگر بہرحال وہ رضی اللہ تو بن گئے پھر، ایک صحابی کے طور پر بہت عظیم الشان مقام تھا)۔ بہرحال وہ روایت کرتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو دوڑ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جب مَیں نے آپ کے چہرے کا بغور جائزہ لیا تو مَیں نے جان لیا کہ یہ منہ جھوٹے کا منہ نہیں ہے اور سب سے پہلی بات جو مَیں نے آپ کو کہتے ہوئے سنی وہ یہ تھی کہ سلام کو رواج دو، کھانا کھلایا کرو، اور صلہ رحمی کیا کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ یعنی جاگے ہوئے نماز پڑھنا تو ہے ہی مگر مراد ہے اس وقت بھی نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

پھر سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ سے یہ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر مہربانی کرو آسمان والا تم پر مہربانی کرے گا۔ رِحم، اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے جس نے اسے جوڑا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے جوڑے گا اور جس نے قرابت کو توڑا اللہ عزّوجل اس کو اپنے سے توڑ دے گا۔

صحیح مسلم کی ایک طویل روایت میں ایک بدوی کے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی باگ پکڑ کر ایک سوال کرنے کا ذکر ہے جو یہ تھا کہ مجھے وہ بات بتائیں جو مجھے جنت کے قریب کردے اور آگ سے دور کردے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ ادا کر اور صلہ رحمی کر۔ اب میری اونٹنی کو چھوڑ دے۔

ابوسلام دمشقی اور عمرو بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابوامامہ الباھلی کو عمرو بن عَبَسَه السُّلَمِي سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ کہا کرتے تھے کہ مَیں زمانہ جاہلیت میں ہی اپنی قوم کے بتوں سے بیزار تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے آنحضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو مَیں نے آپ کو پوشیدہ حال پایا یعنی اپنی ذات میں کھوئے ہوئے۔ پس میں آپ کی طرف مائل ہوا اور آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور مَیں نے آپؐ کو سلام عرض کیا اور پھر عرض کی کہ آپؐ کا منصب کیا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا کہ "نبی"۔ مَیں نے عرض کی نبی کیا ہوتا ہے؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ خدا کا پیغامبر!۔ مَیں نے سوال کیا کہ آپؐ کو کس نے بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزّوجل نے۔ مَیں نے سوال کیا کہ اس نے آپ کو کس (پیغام) کے ساتھ بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تا صلہ رحمی کی جائے، قتل و غارت سے روکا جائے، راستوں کو پُرامن بنایا جائے، بت توڑ دئے جائیں، خدائے واحد کی پرستش کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

اب اس ترتیب میں یہ سمجھنا چاہئے کہ اس کو کہتے ہیں Ascending Order چڑھتی ہوئی ترتیب ہے۔ پہلے بنی نوع انسان کے حقوق کا ذکر آیا ہے اس کے بعد اللہ کے حقوق کا ذکر آیا ہے اور عملاً یہی ہوا کرتا ہے کہ نبی بھی پہلے بنی نوع انسان کی ہمدردی اختیار کرتے ہوئے خدا کو پیارا ہوتا ہے اور پھر ترقی کرکے اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق کو پہچانتا اور ان کو ادا کرتا ہے۔ پس پہلے فرمایا کہ صلہ رحمی کی جائے پھر قتل و غارت سے روکا جائے یعنی رستہ پرامن ہو بنی نوع انسان کے لئے، راستوں کو پرامن بنایا جائے پھر اس کے بعد آتا ہے بت توڑے جائیں، خدائے واحد کی پرستش کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہی اچھا ہے جس کے ساتھ آپ کو بھجوایا گیا ہے۔ میں آپؐ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔

ایک روایت سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے حسب نسب کو پہچانو تاکہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو کیونکہ صلہ رحمی خاندان والوں کے ساتھ محبت کا ذریعہ ہے اور مال میں

برکت کا سبب ہے اور عمر میں درازی کا ذریعہ ہے۔ اب یہ بھی سوچنے کی باتیں ہیں کہ صلہ رحمی مال میں برکت اور عمر میں درازی کا ذریعہ کیسے ہو گئی۔ اصل میں جب صلہ رحمی کی جائے تو ایک دوسرے کے حالات پر نظر رکھی جاتی ہے اور ان کی غربت کو دور کرنے کے لئے جن کو توفیق ہو وہ ضرور کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے سارے خاندان کی مالی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ عمر بھی لمبی ہوتی ہے تو جو ہر وقت آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں ان کی تو سر کھپائی سے عمر کم ہو جاتی ہے، بیماریاں لگ جاتی ہیں، مصیبت پڑ جاتی ہے تو پرامن زندگی سے بہتر لمبی زندگی نہیں ہو سکتی۔ پس صلہ رحمی کے نتیجے میں معاشرے کو یہ امن نصیب ہوتا ہے۔

ایک روایت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ یہ صحیح بخاری کتاب الادب سے لی گئی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جہراً آواز سے یہ کہتے سنا نہ کہ دبی ہوئی زبان سے۔ کھلے کھلے تمام الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے باپ کی آل میرے اولیاء نہیں۔ میرا دوست تو صرف اللہ اور نیک مومن ہیں۔ ہاں ان کے ساتھ میرا ایک رحمی تعلق ہے جسے مَیں ملاؤں گا۔ یعنی اپنے آبائی خاندان کے متعلق فرمایا کہ ان پر میرا کوئی سہارا نہیں مگر میں اپنا حق ان کے متعلق ضرور ادا کروں گا۔ کیونکہ وہ میرے رحمی رشتہ دار ہیں۔

صحیح مسلم کتاب البرّ والصّلہ سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ مَیں اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ تعلق توڑتے ہیں۔ مَیں اُن سے احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں۔ مَیں اُن سے درگزر اور بردباری سے کام لیتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تُو نے بیان کیا تو گویا تُو اُن کو گرم راکھ کھلاتا ہے۔ اب یہاں گرم راکھ کھلاتا ہے لفظی ترجمہ ہے۔ یہ ایک محاورہ ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ ان کے منہ میں خاک ڈالتا ہے تو اس لحاظ سے بامحاورہ ترجمہ تو یہی بنے گا مگر چونکہ عربی لفظ میں گرم راکھ کا ذکر ہے اس لئے میں نے لفظی ترجمہ وہی بیان کر دیا۔ پھر فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تکلیفوں اور برائی کو دفع کرنے والا ایک مددگار ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا جب تک کہ تم اس صفت پر قائم رہو گے۔ یعنی جو لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مقابل پہ رشتے داروں کی زیادتیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے چلے جاتے ہیں۔ تو جہاں تک ان کی ایذا رسانی کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ضرور ان کی بدیوں اور ان کی شرارتوں سے بچانے والا کوئی فرشتہ مقرر رکھے گا اور خدا تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے گا۔

صحیح بخاری کتاب البر والصلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا احسان کے بدلے میں احسان کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ قطع کیا جائے تو وہ اس کو بھی جوڑے۔ ورنہ رشتے دار ایک دوسرے سے جو عام حسن سلوک کرتے رہتے ہیں اس کے مقابل پر حسن سلوک کرنا ایک طبعی فعل ہے، نہ کریں تب ان سے حسن سلوک کرو اس کو حقیقت میں صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔

سنن ابی داؤد کتاب الادب سے روایت ہے کہ کُلَیب بن مَنْفَعَة اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی یارسول اللہ میں کس سے حسن سلوک کروں؟۔ آپ نے فرمایا اپنی والدہ سے اور اپنے والد سے اور اپنی ہمشیرہ سے اور اپنے بھائی اور اپنے اس رشتہ دار سے جو ان کے بعد آتا ہے۔ یہ حق واجب ہے اور وہ رحمی رشتے ہیں جو ملائے جانے چاہئیں۔

ایک حدیث مراسیل ابی داؤد سے ہے جس میں مرسلہ احادیث اکٹھی کی گئی ہیں۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بڑے بھائی کا حق اپنے چھوٹے بھائیوں پر اس طرح کا ہے جس طرح والد کا حق اپنے بچوں پر۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ والد کے ہوتے ہوئے بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی پہ دھونس جمائے۔ یہ مجھے خیال اس لئے آیا کہ کل ہی کی ڈاک میں ایک ذکر تھا باپ نے شکایت کی ہوئی تھی اپنے بچے کی کہ میں زندہ موجود ہوں مگر میرے بیٹے نے اپنے چھوٹے بھائی کو اس طرح قیدی بنا رکھا ہے جیسے میں مر چکا ہوں اور وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس کے دل میں جو باغیانہ خیالات پیدا ہو رہے ہیں ان کا وہ ذمہ دار ہو گا لیکن جو بھی ایسا کرنے والا ہے اگر وہ سن رہے ہوں تو یاد رکھیں کہ نہایت ناجائز حرکت ہے۔ باپ زندہ ہو تو وہی باپ ہے۔ باپ مر جائے تو پھر بڑے بھائی کو پیار کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے چھوٹے بھائی کا باپ بننا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک حدیث ترمذی کتاب البر والصلہ سے لی گئی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خالہ ماں کے برابر ہے۔ یہ تو دیکھنے میں آیا ہے کہ خالائیں ماؤں کی زندگی میں بھی بچوں کے ساتھ ماں والا سلوک کرتی ہیں، ان کی ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں اور ماں کے مرنے کے بعد تو خالائیں بہت زیادہ ان اسیر بچوں سے پیار کرتی ہیں۔

مسند احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یارسول اللہ مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے کیا میرے لئے توبہ کا کوئی عمل ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تیری خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا اس کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کر۔

اب یہ روایت صحیح مسلم کتاب البرّ والصلہ سے لی گئی ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔

سنن الترمذی کتاب البر والصلہ میں حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سرکشی اور قطع رحمی کے سوا کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتکب کو بہت جلد دنیا میں ہی اس کا بدلہ دے اور آخرت میں بھی اس کے عذاب کو ذخیرہ کرے۔ یعنی سرکشی اور قطع رحمی کا بدلہ دنیا میں بھی ضرور مل جاتا ہے اور جو باریک نظر سے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا قول آج کے معاشرے کے حالات پر بھی اسی طرح صادق آ رہا ہے جیسے اُس زمانے کے معاشرتی حالات پر صادق آتا تھا۔ پھر فرمایا ان کو دنیا میں بھی بدلہ یعنی ایسی بد خلقی کا عذاب دیا جائے گا اور آخرت میں بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات میں پڑھ کے سناتا ہوں لیکن اس سے پہلے کچھ پچھلی دفعہ کے اقتباسات رہ گئے تھے اور چونکہ بچوں سے سلوک کا معاملہ ہے اور ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے صلہ رحمی کے اولین مستحق ہوا کرتے ہیں اس لئے دونوں مضامین آپس میں مل جل سے گئے ہیں اس لئے میں پہلے وہ روایات جو پچھلے خطبے سے رہ گئی تھیں آپ کے سامنے چند نمونۃً رکھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں جب کسی استاد کے خلاف شکایت آتی کہ اس نے کسی بچے کو مارا ہے تو سخت ناپسند فرماتے اور متواتر ایسے احکام نافذ فرمائے گئے کہ بچوں کو جسمانی سزا نہ دی جائے۔ چھوٹے بچوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے "وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو مکلّف ہی نہیں ہیں پھر تمہارے مکلّف کیسے بن سکتے ہیں"۔ اللہ نے تو ان کو مکلّف نہیں ٹھہرایا وہ تمہاری دنیا کی تعلیم میں تمہارے مکلّف کیسے بن سکتے ہیں۔ اس لئے حسن سلوک کرو اور پیار سے سمجھاؤ۔

ایک بڑی دلچسپ روایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں "بارہا مَیں نے دیکھا ہے۔ اپنے اور دوسرے بچے آپؑ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا ہے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے اور چڑیا کی کہانی سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے جا رہے ہیں۔ اور حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں گویا کوئی مثنوی ملائے روم سُنا رہا ہے۔ حضرت بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف ہیں۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں اور بے جا سوال کریں اور ایک موہوم اور غیر موجود شے کے لئے بے حد اصرار کریں، آپؑ نہ تو کبھی مارتے ہیں، نہ جھڑکتے ہیں اور نہ کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے ہیں۔ محمود کوئی تین برس کا ہو گا۔ آپؑ لدھیانہ میں تھے، میں بھی وہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ مردانہ

اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا جو مَیں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرت کے اِدھر اُدھر باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرت اُسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چُپ نہیں ہوتا تھا۔ آخر آپؑ نے کہا دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے!۔ بچے نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چُپ ہوا۔ پھر وہی رونا اور چلّانا اور یہ کہنا شروع کر دیا، ابا تارے جانا ہے۔ کہ میں نے تارے پر چڑھنا ہے۔ کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا۔ آپؑ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا۔ یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی، اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی"۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود کو مخاطب کر رہے تھے۔ اپنے سے گفتگو کرنے سے مراد ہے کہ ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی کہ اس کو ٹھیک کر دیں گے مگر یہ قابو نہیں آیا اس میں سے ایک اور راہ اس نے ضد کی نکال لی ہے۔ آخر بچہ روتا روتا خود ہی تھک گیا، چُپ ہو گیا۔ مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی یا شکایت کا آپؑ کی زبان سے نہیں نکلا۔" (سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ صفحہ نمبر ۳۵،۳۶)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ایک اور روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ آپؑ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے کام کرتے ہیں۔ اسی حالت میں ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا، ابا بوا کھول کہ ابا دروازہ کھولیں۔ آپؑ وہیں اٹھے اور دروازہ کھولا۔ کم عقل بچہ اندر گھسا، اِدھر اُدھر جھانک تاک کر اُلٹے پاؤں نکل گیا۔ حضرت نے معمولاً پھر دروازہ بند کر لیا۔ دو ہی منٹ گزرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں اور چلّا رہے ہیں کہ ابا بوا کھول۔ آپؑ پھر بڑے اطمینان اور جمعیت سے اٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے۔ بچہ اب کی دفعہ بھی اندر نہیں گھستا، ذرا سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ سے بڑبڑاتا ہوا پھر اُلٹا بھاگ جاتا ہے۔ حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال کے ساتھ دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی پانچ ہی منٹ گزرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ ابا بوا کھول۔ اور آپؑ اُٹھ کر اسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تُو کیوں آتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ اور آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے؟ مَیں نے ایک دفعہ گِنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا۔ اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ)

پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی یہ آخری روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "آپ علیہ السلام بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہو گی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمار داری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اَور کوئی فکر نہیں۔ مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مد نظر ہے۔ آپؑ کی پہلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپؑ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے۔ اور ایک دنیادار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مر گئی، آپؑ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ)

ان اقتباسات کے بعد اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض دوسرے اقتباسات صلہ رحمی کے تعلق میں پڑھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

ریویو آف ریلیجنز جلد اول نمبر ۵۔ "وَ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا یعنی آدم کے وجود میں سے ہی ہم نے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوا ہے تا آدمؑ کا یہ تعلق حوا اور اس کی اولاد سے طبعی ہو نہ بناوٹی۔ اور یہ اس لیے کیا کہ تا آدم زادوں کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلق غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلق کے لیے بقا نہیں ہے کیونکہ ان میں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے۔ غرض خدا نے اس طرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدمؑ کے لیے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہئے تھے طبعی طور پر پیدا کیے ہیں"۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ جلد اوّل نمبر پانچ۔ صفحہ ۱۷۹) یعنی یہ جو سلسلہ ہے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کا، آدم کے وقت سے چلا آ رہا ہے اور یہ اسی لئے ہے تا کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کے مضبوط رشتوں میں جوڑے جائیں۔

پھر ملفوظات جلد پنجم میں روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "خدا کا حق تو انسان کو ادا کرنا ہی چاہئے مگر بڑا حق برادری کا بھی ہے جس کو ادا کرنا نہایت مشکل ہے"۔ اب برادری کے لفظ میں رشتے دار در رشتے دار سارے آجاتے ہیں تو آپ نے صلہ رحمی کے مضمون کو دور تک پھیلا دیا ہے حالانکہ برادری میں ہر شخص براہ راست رحمی رشتہ نہیں رکھتا مگر واسطہ بالواسطہ، بالواسطہ یہ رشتے پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ فرمایا "بڑا حق برادری کا بھی ہے جس کو ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ ذرا سی بات پر انسان اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ سخت کلامی کی ہے۔ پھر علیحدہ ہو کر اپنے دل میں اس بدظنی کو بڑھاتا رہتا ہے اور ایک رائی کے دانے کو پہاڑ بنا لیتا ہے۔ اور اپنی بدظنی کے مطابق اس کینے کو زیادہ کرتا رہتا ہے۔ یہ سب بغض ناجائز ہیں"۔

تو برادری میں اگر دور والوں سے یہ بدظنیاں شروع ہوں اور ان سے تعلق ٹوٹنا شروع ہو تو پھر یہ بیماری اندر آتی چلی جاتی ہے اور باہر سے اندر کی طرف حرکت کرتی ہے۔ ساری بیماریوں کا یہ حال ہے کہ اگر ان کو روکا نہ جائے تو پھر وہ باہر سے اندر کی طرف حرکت کرتی ہیں۔ جسمانی بیماریوں میں بھی یہی عادت ہے۔ تو آپ نے برادری کی وسیع تعریف کرتے ہوئے نصیحت فرمائی ہے کہ اگر تم برادری کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو گے تو اپنے عزیزوں اور صلہ رحمی کے حقوق زیادہ آسانی سے ادا کر سکو گے۔

پھر کشتیٔ نوح میں روحانی خزائن نمبر ۱۹ صفحہ ۱۹ پر یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت درج ہے "جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کے تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔ اب اہلیہ تو یقیناً یا اکثر صورتوں میں رحمی رشتوں میں منسلک نہیں ہوا کرتی، کسی رحم رشتے سے تعلق نہیں رکھتی، باہر کی بیویاں لے آتے ہیں لوگ، مگر اس کے اقارب رحمی رشتے۔ تعلق رکھتے ہیں جو اپنے ماں باپ ہیں ویسے ہی اپنی بیوی کے ماں باپ سے حسن سلوک ... تب حقیقت میں صلہ رحمی ادا کرنے والے ہو گے۔

یہ جو الفاظ ہیں "وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے" یہ اچھی طرح یاد رکھنا چا... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو پاک جماعت دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے اس کا یہ اعلیٰ تصور ہے اس لئے آپ کے اپنے اختیار میں ہے چاہیں تو نام کے طور پر اس جماعت میں شامل ہوں چاہیں تو دل کی گہرائی سے اس جماعت میں شامل ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تصدیق آپ کو مل جائے کہ یہ میری جماعت میں سے ہے۔

چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ میں یہ عبارت ہے "جب ترکہ کی تقسیم کے وقت ایسے قرابتی لوگ حاضر آویں جن کو حصہ نہیں پہنچتا"۔ مگر قرابتی ہیں یعنی شرعاً ان کو حصہ نہیں ملتا جو قرآن کریم میں تفصیل حصے کی دی گئی ہے مگر قرابتی لوگوں کی خدمت کا بھی حق ہے۔ اس لئے "جب ترکہ کی تقسیم کے وقت ایسے قرابتی لوگ حاضر آویں جن کو حصہ نہیں پہنچتا، ایسا ہی اگر یتیم اور مسکین بھی تقسیم کے موقع پر آجاویں تو کچھ کچھ اُس مال میں سے اُن کو دیدو اور اُن سے معقول طور پر پیش آؤ یعنی نرمی اور خلق کے ساتھ پیش آؤ اور سخت جواب نہ دو۔ اور وارثان حقدار کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ خود چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ مرتے تو اُن کے حال پر اُن کو کیسا کچھ ترس نہ آتا اور کیسی وہ اُن کی کمزوری کی حالت کو دیکھ کر خوف سے بھر جاتے۔ پس چاہئے کہ وہ کمزور بچوں کے ساتھ سختی کرنے میں اللہ سے ڈریں اور اُن کے ساتھ سیدھی طرح بات کریں یعنی کسی قسم کے ظلم اور حق تلفی کا ارادہ نہ کریں"۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن۔ جلد ۲۳ صفحہ ۲۱۲)

پھر ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۹۷ پر یہ عبارت ہے "بعض عورتیں محض شرارت کی وجہ سے ساس کو دکھ دیتی ہیں، گالیاں دیتی ہیں، ستاتی ہیں، بات بات میں اس کو تنگ کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی ہے"۔ یہ دیکھنے کی بات ہے جو بیویاں ایسا کرتی ہیں وہ دراصل خاوند کو اس کی صلہ رحمی سے باز رکھ رہی ہیں کیونکہ نہ تو اس کی ماں کو اپنی ماں سمجھا اور نہ اپنے بیٹے کی ماں رہنے دیا کیونکہ بیٹے کا تعلق اس سے توڑتی ہیں شکایتیں کر کر کے اور ناراضگی کر کر کے۔ عام طور پر جو طریق ہے "والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے"۔

اس ضمن میں میں یہ بھی تنبیہ کر دوں کو بعض ماؤں کو اپنے بچوں سے اتنا زیادہ پیار ہوتا ہے کہ وہ جب بیوی کی طرف مائل ہوں تو جل بھی جاتی ہیں اور بعض دفعہ اس وجہ سے وہ اپنی بہو کو دکھ

دیتی ہیں کہ گویا ایک قسم کی رقابت پیدا ہو گئی ہے بیٹے کے ساتھ ۔ تو بیٹے سے اتنا بھی جاہلانہ تعلق نہیں ہونا چاہئے کہ جو خدا نے اس کے حقوق قائم کئے ہیں ان کی راہ میں انسان حائل ہو جائے۔

پھر فرماتے ہیں:

''زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آسکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بیوی سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔'' (ملفوظات جلد۵، طبع جدید۔ صفحہ ۴۹۷،۴۹۸)

چوہدری عبداللہ خان صاحب نمبردار بہلول پور نے سوال کیا کہ حکام اور برادری سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ فرمایا: ''ہماری تعلیم تو یہ ہے کہ سب سے نیک سلوک کرو۔ حکام کی سچی اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ وہ حفاظت کرتے ہیں جان اور مال ان کے ذریعہ امن میں ہیں اور برادری کے ساتھ بھی نیک سلوک اور برتاؤ کرنا چاہئے۔ کیونکہ برادری کے بھی حقوق ہیں۔ البتہ جو متقی نہیں اور بدعات اور شرک میں گرفتار ہیں اور ہمارے مخالف ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے تاہم ان سے نیک سلوک کرنا ضرور چاہئے۔ ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو۔ جو دنیا میں کسی سے نیکی نہیں کر سکتا وہ آخرت میں کیا اجر لے گا۔ اس لئے سب کے لئے نیک اندیش ہونا چاہئے۔ ہاں مذہبی امور میں اپنے آپ کو بچانا چاہئے''۔ (ملفوظات جلد دوم، جدید ایڈیشن صفحہ ۲۲۲،۲۲۳)

یہ وہی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم والا مسلک ہے جو پہلے حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے کہ رشتے داروں وغیرہ پر میری کوئی بناء نہیں ہے۔ میرا توکل اللہ پہ ہے۔ مذہبی امور میں میں کلیۃً آزاد ہوں لیکن ان کا مجھ پر صلہ رحمی کا حق ہے اس لئے وہ جو چاہیں شرارتیں کرتے رہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کا حسن سلوک کرتا رہوں گا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''اب مَیں ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے رشتہ داروں بلکہ مخالف رشتہ داروں تک کے ساتھ کیسا رحیمانہ اور مشفقانہ سلوک تھا۔..... واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنے نئے بنے ہوئے حُجرے میں اکٹھے کھڑے باتیں کر رہے تھے کہ اس وقت مَیں بھی اپنے بچپن کی عمر میں کسی لڑکے کے ساتھ کھیلتا ہوا اس حُجرے میں پہنچ گیا اور چونکہ اس کمرے کے باہر کی کھڑکی کھلی تھی اور اس کھڑکی میں سے ہمارے چچا یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے چچازاد بھائی مرزا نظام الدین صاحب کا مکان نظر آرہا تھا، مَیں نے کسی بات کے تعلق میں اپنے ساتھ والے لڑکے سے کہا کہ ''دیکھو وہ نظام الدین کا مکان ہے''۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے یہ الفاظ کسی طرح سُن لئے اور جھٹ پلٹ کر مجھے نصیحت کے رنگ میں ٹوک کر فرمایا کہ ''میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔

اس تعلق میں ایک اور واقعہ بھی یاد آگیا ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ اطلاع ملی کہ یہی مرزا نظام الدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالف تھے، بیمار ہیں۔ اس پر حضورؑ ان کی عیادت کے لئے بلاتوقف ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان پر بیماری کا اتنا شدید حملہ تھا کہ ان کا دماغ بھی اس سے متاثر ہو گیا تھا۔ آپ نے ان کے مکان پر جا کر ان کے لئے مناسب علاج تجویز فرمایا جس سے وہ خدا کے فضل سے صحت یاب ہو گئے۔ ہماری اماں جان حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا بیان فرماتی تھیں کہ باوجود اس کے کہ مرزا نظام الدین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف بلکہ معاند تھے آپ ان کی تکلیف کی اطلاع پا کر فوراً ہی ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کا علاج کیا اور ان سے ہمدردی فرمائی''۔ (سیرت طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ صفحہ ۱۹۰،۲۹۱)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر آخری اقتباس کے طور پر کشتیٔ نوح سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ فرماتے ہیں: ''تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔........... خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اُس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اِن باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے''۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۱۲،۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت کے بعد میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں اس میں صلہ رحمی سمیت تمام تعلقات کے مضمون آگئے ہیں اور اگر آپ واقعۃً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں داخل رہنا چاہتے ہیں اور خدا کے نزدیک آپ کی جماعت میں شمار ہونا چاہتے ہیں تو اس تعلیم پر حرفاً حرفاً عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا: ۔اب نمازیں جمع نہیں ہوا کریں گی یعنی جمعہ کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز نہیں ہوا کرے گی۔ یہ اعلان ہو چکا ہے سب جگہ۔ تو بعض لوگوں کو شاید پہلی دو سنتیں پڑھنے کی ابھی توفیق نہ ملی ہو۔ تو پہلے میرا خیال تھا کہ خطبہ کے دوران وہ نہیں پڑھی جا سکتیں، خطبہ کے بعد اور تکبیر کے درمیان یہ پڑھی جا سکتی ہیں لیکن جب چھان بین کی ہے تو آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ جنہوں نے دو رکعتیں وہ پہلی نہ پڑھی ہوں وہ خطبے کے دوران ہی مختصر کر کے ان رکعتوں کو ادا کیا کریں تو یہ غلط فہمی ایک دور ہو جانی چاہئے۔ امید ہے آپ سب نے اپنی سنتیں ادا کر لی ہوں گی۔